نظریاتی تخریب اور ابلاغی جنگ

پاکستان کی غیر محفوظ دفاعی جہت

"سو جنگیں لڑ کر سو فتوحات حاصل کرنا کوئی بڑی بات نہیں۔لڑے بغیر دشمن کو زیر کرنا اصل مہارت ہے۔لڑ کر فتح حاصل کرنا درجہ کمال نہیں مگر بغیر لڑے دشمن کی مدافعت کا خاتمہ ہی درجہ کمال ہے"(سن زو)

عصر حاضر کی حربی حکمت عملی میں ابلاغی جنگ اور نفسیاتی حربوں کے ہتھیاروں کو جوہری ہتھیاروں سے زیادہ کارگر تصور کیا جاتا ہے۔ابلاغی ہتھیار فضائی، بری، بحری اور خصوصی افواج سے زیادہ موثر ثابت ہوئے ہیں۔نفسیاتی حربے دشمن کے خلاف جنگ کا آغاز کرتے ہیں، ہدف کو کمزور کرتے ہیں اور پھر افواج اس پر حملہ آور ہو کر دشمن کو نیست و نابود کر دیتی ہیں۔حربی کارروائیوں کے اختتام کے بعد بھی نفسیاتی حربے اور ابلاغی جنگ جاری رہتی ہے تاکہ عسکری کارروائیوں کا خاتمہ کیا جاسکے۔

نفسیاتی حربے کسی بھی جنگ میں مہلک ترین اور ارزاں ہتھیار ہیں۔ذرائع ابلاغ، انٹرنیٹ اور تعلیمی نظام کو ایک خاص ابلاغی حکمت عملی کے تحت استعمال کرتے ہوئے ایک گولی بھی چلائے بغیر دشمن کو گمراہ کر کے شکست دی جاسکتی ہے۔

اس مہلک جنگ میں فوج کا کردار صحافی، تجزیہ نگار، ٹیلی وژن کے میزبان، اشتہاری ادارے، مذہبی دانشور اور استاد ادا کرتے ہیں۔ان اثاثوں کے ذریعے پوری دنیا یا ایک مخصوص قوم کو نشانہ بنا کر جاری جنگ میں اس کی نفسیاتی، جذباتی اور ذہنی جہت کو ایک خاص سمت میں تبدیل کیا جاتا ہے۔

ابلاغی جنگ کے قواعد و ضوابط کے مطابق، ایک غدار صحافی کسی خودکش حملہ آور سے زیادہ مہلک ہتھیار ہے اور ریاست کیلئے زیادہ تباہ کن ہے لہذا قانون میں ایسے عناصر کی سزا خودکش حملہ آوروں کو دی جانے والی سزا سے زیادہ سخت ہونی چاہیے۔

پاکستان کو اس وقت ایک خوفناک کثیر الجہتی جنگ میں سابق یوگوسلاویہ کی طرز پر توڑنے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔یہ جنگ اس وقت خاصی آگے جا چکی ہے اور قریباً پچاس ہزار پاکستانی گزشتہ دس سالوں کے دوران مختلف بغاوتوں اور شہری علاقوں میں جاری سیاسی محاذ آرائی کی نظر ہو چکے ہیں۔مگر اس جنگ کا خطرناک ترین پہلو وہ خوفناک نفسیاتی اور ابلاغی حربے ہیں جن کے ذریعے لوگوں میں اسلامی تصورات، پاکستانی شناخت، قومی وحدت، مسلح افواج کے وقار اور تزویراتی اثاثوں سے متعلق اس قدر گمراہ کن مہم شروع کی گئی ہے کہ ملک کی بنیادیں ہل کر رہ گئی ہیں۔مگر اس سے بھی زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس خطرے کے باوجود حکومت، ابلاغی ادارے حتیٰ کہ مسلح افواج نے بھی اس حساس محاذ پر دشمن کی یلغار روکنے کیلئے جوابی حکمت عملی ترتیب نہیں دی۔

پاکستان اس محاذ پر انتہائی کمزور ہے اور ملک دشمن قوتوں کے نفسیاتی حربے نے بغیر کسی مزاحمت کے پوری قوم پر غلبہ پالیا ہے۔اس جنگ میں دشمن کو ہماری صفوں

کے اندر سے ہی چند عناصر مل گئے ہیں جو قومی وقار اور عزم کو تباہ کرنے میں آلہ کار بن گئے ہیں۔ اس محاذ پر پاکستان جنگ ہار رہا ہے اور افواج پاکستان کی لازوال قربانیوں کے باوجود اس کی وجہ سے زمین پر جاری جنگ بھی ہار جائیگا، اگر اس حساس محاذ پر صف بندی نہ کی گئی تو۔ نفسیاتی جنگ ہارنے کا مطلب حقیقی جنگ میں شکست ہے قطع نظر یہ کہ چند لڑائیوں میں کس قدر کامیابی حاصل کی گئی ہے۔

اس وقت ابلاغی جنگ میں انفرادی سطح پر مغربی منصوبہ سازوں کی امنگوں کے مطابق ہماری اقدار اور اعتقاد کو تبدیل کیا جا رہا ہے۔ ابلاغی مہم کا مقصد پاکستانی معاشرے کو اس کی اپنی اقدار سے توڑ کر مغرب کے وضع کردہ نئے عالمی نظام کے ساتھ جوڑنا ہے۔

بانیان پاکستان کو مغربی خواہشات کے مطابق پیش کیا جا رہا ہے۔ محمد علی جناحؒ کو لادینیت کے پرچاری کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے اور علامہ اقبالؒ کو یکسر مسترد کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کی فکر اور پیغام موجودہ ناکام جمہوریت اور آمریت کی بجائے کامیاب اور تاریخی طور پر مسلمہ خلافت کے نظام کے احیاء کا آئینہ دار ہے۔

ملک کے خلاف جاری اس جنگ کو سمجھنے اور اس کا ادراک کرنے کیلئے ہمیں پہلے اس عمل کو سمجھنا ہوگا جس کے ذریعے انداز فکر تبدیل کیا جاتا ہے۔

اتفاق رائے کی تعمیر: Manufacturing Consent

امریکی محکمہ دفاع نفسیاتی جنگ کو درج ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے: ''نفسیاتی حربوں کا بنیادی مقصد بیرونی دشمن کے نظریات، جذبات، عادات اور اخلاق پر اس طرح اثر انداز ہونا ہوتا ہے کہ اس سے ملکی دفاع میں مدد مل سکے''۔

''اتفاق رائے کی تعمیر'' کا نظریہ سب سے پہلے Edward S Herman اور Noam Chomsky نے پیش کیا۔ یہ دراصل ایک ایسے ابلاغی ڈھانچے کو بیان کرتا ہے جس کی بدولت انفرادی سطح پر نظریات اور عقائد کو تبدیل کیا جاسکتا ہے

''اتفاق رائے کی تعمیر کو عوامی نظریات پر ذرائع ابلاغ کے جھوٹ اور فرضی حقائق کے غلبے سے تعبیر کیا جاسکتا ہے''۔

پاکستان میں بھی آج اسی طرح سے عوامی اتفاق رائے کو تبدیل کیا جا رہا ہے اور اس کیلئے خطیر بیرونی امداد مقامی ذرائع ابلاغ کو دی جا رہی ہے تا کہ عوامی خیالات کو خاص انداز میں ڈھالا جاسکے۔

اتفاق رائے کی تعمیر کی چند مثالیں:

سی این این، انتھراکس اور افغانستان:

افغانستان پر امریکی حملے کے کچھ ہی عرصے بعد امریکی اور عالمی عوام کو انتھراکس کے بحران کا سامنا کرنا پڑا۔ ذرائع ابلاغ نے خبریں دینا شروع کیں کہ القاعدہ جسکا مضبوط گڑھ افغانستان ہے، سمندر کے راستے امریکی اہلکاروں کو انتھراکس بھیج رہی ہے۔ کیا؟ سمندر کے راستے؟ مگر افغانستان کے پاس تو کوئی سمندر ہی نہیں۔ اب یہ تو پتہ نہیں کہ ۲۰۰۲ء میں کتنے لوگ افغانستان کے جغرافیے سے واقف تھے مگر سی این این نے اوپر دیا گیا نقشہ دکھا کر اپنی عوام کو گمراہ کیا تا کہ وہ اس بات پر یقین کریں کہ القاعدہ کی جانب سے انتھراکس کے خطرے سے متعلق ان کی خبریں مبنی برحقیقت ہیں۔

یہ نقشہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اس نقشے کو ابلاغی جنگ کیلئے خاص طور پر تیار کیا گیا کیونکہ عام طور پر آج کے جدید دور میں صرف اصل اور صحیح نقشے ہی دستیاب ہیں۔ بحیرہ روم کے کنارے افغانستان جہاں القاعدہ کا مضبوط گڑھ موجود ہے اور انتھراکس کا وسیع ذخیرہ بھی، جو امریکہ پر سمندر کے راستے حملے کیلئے استعمال ہوگا، یہ ایک ایسا حربہ تھا جس نے یورپی اور امریکی عوام کے دلوں میں ایک ممکنہ حیاتیاتی حملے کا خوف پیدا کر دیا۔

اسی طرح عراق جنگ کے دوران Fox News نے مشرق وسطٰی کے نقشے سے عراق کو غائب ہی کر دیا۔

عراقی تباہ کن ہتھیار:

۲۰۰۳ء میں امریکی وزیر دفاع کولن پاول نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں عراقی تباہ کن ہتھیاروں کے ثبوت کے طور پر کافی جھوٹا مواد پیش کیا۔ بعد ازاں جب یہ ثابت ہو گیا کہ عراق میں ایسا ایک بھی ہتھیار موجود نہیں تو کولن پاول کی تقریر نے اس کی اور امریکہ کی عزت کا جنازہ نکال دیا۔

ذیل میں چند وہ ثبوت دکھائے گئے ہیں جو کولن پاول نے سلامتی کونسل میں پیش کیے تھے۔

Neuro Linguistic Programming

اتفاق رائے تعمیر کرنے والا نظام:

یہ کہنا کہ انسانی ذہن کو قابو میں لا کر کسی مخصوص انداز میں سوچنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے، ممکنہ طور پر آج کے دور میں ناقابل یقین لگے گا۔ اپنے حواس پر اعتماد ہمیں ہمیشہ

یہ بتاتا ہے کہ ایسا ناممکن ہے۔ مگر یہی انکار دراصل ہمارے دماغ کو قابو کرنے والوں کی مدد کرتا ہے۔ جو ایک خاص طریقے اور مہارت کے ذریعے ہمارے دماغ کو اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں۔ اس طریقے کو Neuro Linguistic Programming کہتے ہیں۔

اگرچہ NLP کا بنیادی مقصد اس تعلق کو سمجھنا بتایا جاتا ہے جو ہمارے سوچنے، اظہار خیال (الفاظ یا بغیر الفاظ کے) اور ہمارے رویے کے درمیان پایا جاتا ہے۔ تاکہ اس تحقیق کی مدد سے پیچیدہ نفسیاتی مسائل کو سلجھا کر انسانی دماغ کی کارکردگی میں اضافہ کیا جاسکے۔

مگر NLP کے بغور مطالعے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس کو اس کے بیان کردہ مقاصد کے برعکس بھی استعمال کیا جاسکتا ہے اور ہمارے اردگرد ایسی لاتعداد مثالیں موجود ہیں جہاں اس تکنیک کا استعمال کرتے ہوئے لوگوں کے ذہنوں کو قابو کیا جارہا ہے یا پھر ان کے اندازِ فکر کو تبدیل کیا جارہا ہے۔

گوکہ NLP ایک پیچیدہ علم لگتا ہے مگر حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ انسانی شعور کی بنیاد حواس خمسہ ہیں جن میں دیکھنا، سننا، محسوس کرنا، ذائقہ اور سونگھنا شامل ہیں۔ ہمارا دماغ اپنے اردگرد کی دنیا کو اپنی حواس خمسہ کی مدد سے سمجھتا اور پرکھتا ہے اور انہی کی بنیاد پر کسی فرد یا واقعہ کے بارے میں ہمارا رویہ جنم لیتا ہے۔ NLP کا کام اپنی حواس خمسہ میں کسی ایک یا ایک سے زائد حس پر قابو پا کر ہمارے دماغ کو ایک مخصوص طرز پر سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔ کسی چیز یا ایک انداز میں بار بار تذکرہ کیا جاتا ہے (یہاں زبان نہایت اہم کردار ادا کرتی ہے)۔ یہ مخصوص انداز نہایت اہم ہے کیونکہ اس سے اس بات کا فیصلہ ہوتا ہے کہ ہدف کی سوچ و فکر کو کس جانب تبدیل کرنا ہے، کسی چیز کے حق میں یا مخالفت میں۔ بار بار کیا جانے والا تجزیہ معاملے سے پوری سچائی کو غائب کردیتا ہے اور جو باقی بچتا ہے وہ جھوٹ و فریب ہوتا ہے۔ یہ کسی کے حق میں ہے یا مخالفت میں؟ اس کا انحصار ''ضرورت'' پر ہے۔

اس کے بعد صرف اس چیز کا تعین کرنا باقی رہ جاتا ہے کہ کس گروہ کی کونسی حس کو قابو میں لانا ہے۔ اگر ایک گروہ اپنی بصری حس پر زیادہ انحصار کرتا ہے تو اس کیلئے ویڈیو، تصاویر، نقشے اور چارٹ اہم ہتھیار ہیں۔ دوسری جانب اگر ہدف اپنے کانوں پر زیادہ بھروسہ کرتا ہے تو اس کیلئے کوئی تجزیاتی بحث یا مکالمہ کافی ہوگا۔ طبعی طور پر متحرک لوگوں کیلئے NLP کے پاس ہڑتالیں، جلسے جلوس اور احتجاج وغیرہ موثر حربے ہیں۔ گو کہ سب کے سب حربے ایک دوسرے سے قطعی مختلف نوعیت کے ہیں مگر ان کے پیچھے کارفرما سوچ اور مخصوص تجزیہ سب کو ایک یکساں ہدف کے حصول کیلئے باہم مربوط کردیتا ہے یعنی دیکھنے، سننے اور حصہ لینے والوں کی سوچ کو ایک مخصوص نہج پر پہنچانا۔ مگر بار بار کی تکرار کا مسئلہ ابھی زیر بحث نہیں آیا اور یہ وہ کام ہے جو ذرائع ابلاغ کرتے ہیں۔

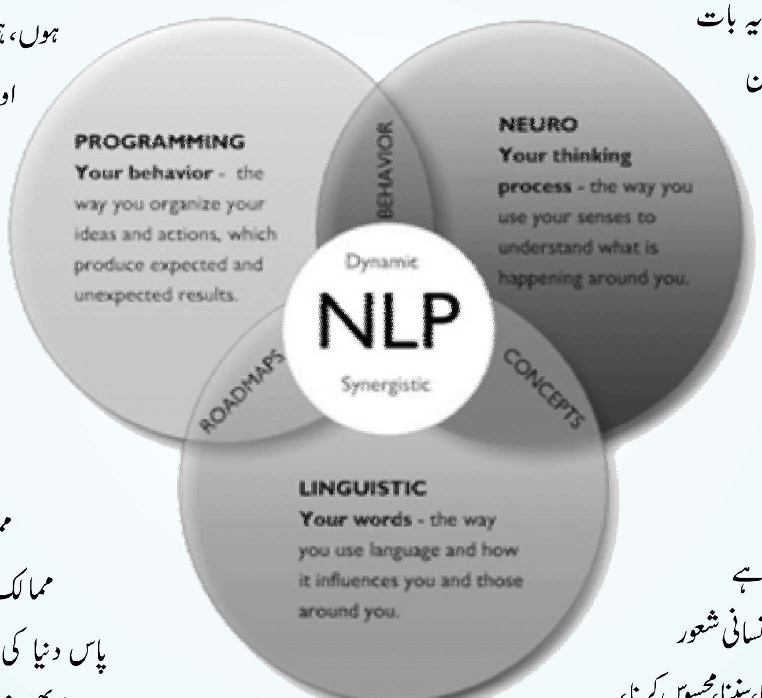

پاکستان کے خلاف ابلاغی جنگ:

پاکستان دنیا میں ایک منفرد ملک بلکہ یہ ایک منفرد خیال ہے جس نے ایک شاعر کے دل میں جنم لیا۔ یہ قرآن وسنت کی آفاقی بنیادوں پر وجود میں آنیوالا اکلوتا ملک ہے۔ تحریک پاکستان اور تعمیر پاکستان نے اس بات کو ثابت کردیا کہ مسلمان چاہے دنیا کے کسی بھی خطے میں ہوں، ہمیشہ ایک علیحدہ قوم رہیں گے۔ رنگ، نسل اور قومیت ان کو تقسیم نہیں کرسکتی کیونکہ ان کا تصور سیاست ان کے مذہبی عقائد کے ساتھ منسلک ہے جو کہ بذات خود محض چند عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ان کا تصور اس سے کہیں بڑا ہے۔

اپنی منفرد نظریاتی اساس کے علاوہ پاکستان اس لحاظ سے بھی اسلامی دنیا میں ممتاز حیثیت کا حامل ہے کہ یہ ۵۷ مسلم ممالک میں اکلوتی جوہری طاقت ہے جس کے پاس دنیا کی چھٹی سب سے بڑی فوج ہے۔ اس کا جغرافیہ بھی منفرد ہے کیونکہ یہ بحر ہند سے پورے یوریشیا کا دروازہ ہے۔

ایسے ملک کے خلاف کوئی بھی عسکری جارحیت یقیناً ناکام ثابت ہوگی تاوقتیکہ اس سے پہلے اس کی نظریاتی قوت کو ختم کرنے کیلئے ایک ابلاغی جارحیت کی جائے۔ اور اس وقت اس ملک وقوم کے ساتھ یہی کیا جارہا ہے۔ ظالمانہ حکومتوں، ناکام اداروں اور عدلیہ کے باوجود صیہونی اب بھی پاکستان کو اس کی نظریاتی اساس کی وجہ سے بڑا خطرہ سمجھتے ہیں۔ پورے مشرق وسطی کے نقشے کو

از سرنو ترتیب دینے کیلئے جنگیں شروع ہیں مگر اب بھی اسرائیل کی ناجائز ریاست کیلئے اپنے جوہری ہتھیاروں اور نظریاتی قوت کے باعث پاکستان ہی سب سے بڑا خطرہ ہے۔

صیہونی قوتوں کی جانب سے ملک کی نظریاتی اساس پر حملہ قابل فہم اور قدرتی امر ہے۔نظریاتی تبدل بنیادی حکمت عملی ہے۔

نظریاتی تبدل بذریعہ ذرائع ابلاغ:

پاکستان کی نظریاتی اساس کے بارے میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے شکوک وشبہات پیدا کرنا ملک کے خلاف جاری ابلاغی جنگ میں پریشان کن امر ہے۔

پاکستان میں ذرائع ابلاغ کے ایک طائرانہ جائزے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آج یہاں تفریحی چینلز کی بجائے نیوز چینلز کی بھرمار ہے جو عوامی تاثرات سے کھیل رہے ہیں۔تفریحی چینلز کے مواد کا معیار انتہائی خراب ہے اور وہ بھی اسی نظری سوچ کو پروان چڑھارہے ہیں جو ہندوستانی ذرائع ابلاغ پیش کررہے ہیں تاکہ پاکستان کی نظریاتی اساس کو ختم کیا جاسکے۔ یہودیوں کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے مغربی ذرائع ابلاغ نے بھی اس ابلاغی جنگ میں ہندوستانی ذرائع ابلاغ کا ہاتھ تھام لیا ہے۔

نظریاتی تبدیلی پیدا کرنے کا عمل دو مراحل میں پورا کیا جاتا ہے۔

۱۔عقائد ونظریات کے بارے میں عوام میں فکری تبدیلی کیلئے مخصوص ابلاغی مواد کی نشریات۔

۲۔مختلف مشترکہ منصوبوں کے دوران اس مخصوص نشریاتی مواد کی تیاری۔

پہلے بیان کی گئی تکنیکی مہارت کے باعث نیوز چینلز اس طرح لوگوں میں جھوٹ پھیلاتے ہیں کہ ایک وقت کے بعد جب لوگوں کی اکثریت اس پر یقین لے آتی ہے تو حقیقت کی بجائے یہ جھوٹ ہی نئی حقیقت بن جاتا ہے۔گو کہ پاکستان اس جنگ کا شکار بننے والا پہلا ملک نہیں ہے مگر نظریاتی تغیر وتبدل پیدا کرنے کے حوالے سے اس سطح کی تیاری ایک ایسا امر ہے جسکی کوئی مثال موجود نہیں ہے۔

پاکستانی معاشرے اور اسلامی اقدار کو مسخ کرنا:

مغربی ذرائع ابلاغ بڑی حد تک غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتے ہیں تاوقتیکہ ان کے تجزیے کا محور مسلمان نہ ہوں۔اچھے اور برے کے درمیان ایک سطحی تجزیہ کرتے ہوئے مسلمانوں کو ایک مخصوص کردار میں محدود کردیا گیا ہے جو کہ کسی بھی امریکی کیلئے سنسنی خیزی اور احساس تفاخر پیدا کرنے کا اچھا سامان ہے۔

پاکستان کی نظریاتی اساس کے خلاف جنگ میں مغربی ذرائع ابلاغ اکیلے نہیں بلکہ ہمارا سب سے بڑا دشمن بھارت بھی ان کے شانہ بشانہ ہے۔محبّ وطن پاکستانیوں کیلئے یہ بات نہایت تشویشناک ہے کہ ہمارے اپنے ذرائع ابلاغ ہندوانہ تہذیب وتمدن کی ترویج میں پیش پیش ہیں۔مختلف کیبل چینل کو دیکھ کر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اس تہذیبی یلغار میں اکثر بچوں اور خواتین کو نشانہ بنایا جارہا ہے کیونکہ یہ اس وقت اس خطرے کی زد میں آنیوالا حساس ترین گروہ ہے۔بھارتی ذرائع ابلاغ نامحرم عورت اور مرد کے غیر ازدواجی تعلقات کو صحیح بنا کر پیش کررہے ہیں جو کہ کسی بھی اسلامی معاشرے اور ریاست کے بنیادی عقائد کے سراسر خلاف ہے۔ ہماری خواتین زیادہ تر گھریلو معاملات سنبھالتی ہیں لہذا اس ہندوانہ ثقافتی یلغار کا آسانی سے نشانہ بن رہی ہیں جہاں اسلامی عقائد کے خلاف بتوں کی پرستش کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔ یہ بھارتی کھیل خاندانی اقدار کو متاثر کررہا ہے اور خاندانی جھگڑوں کو ان اقدار کا حصہ بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ بچے اس ہندوانہ نظریے کے خطرے کی زد میں ہیں جہاں کارٹون کرداروں میں بھی ہندو دیوی دیوتاؤں کو رہبر بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

یہ بچے آپس کے لڑائی جھگڑے اور غیر ازدواجی تعلقات کے علاوہ کچھ بھی نہیں سیکھ رہے اور وہ بھی ایک ایسی عمر میں جوان کے اذہان میں اپنے عقائد واقدار کے بارے میں غلط فہمی اور الجھن پیدا کر کے ان کی فکر میں شدید نقائص پیدا کررہے ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد کی اعلیٰ اخلاقی اقدار کا بھارتی ڈراموں نے جنازہ نکال دیا ہے۔

گزشتہ آٹھ سالوں سے پاکستانی ذرائع ابلاغ نے بھارتی اور مغربی پروگراموں کے ذریعے پاکستانی بچوں میں جوانی کی نہایت غلط تشریح کی ہے۔ پاکستانی حکومت نے بھارتی فلموں کی پاکستان میں نمائش کی اجازت دے کر نہ صرف پاکستانی فلمی صنعت کو موت کے منہ میں دھکیل دیا ہے بلکہ بھارت کو اپنی ثقافتی یلغار بلا روک ٹوک جاری رکھنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

آج نظریہ پاکستان، اسلامی اقدار اور اخلاقیات پاکستانی ذرائع ابلاغ کیلئے فرسودہ موضوعات بن چکے ہیں اور پاکستانی ذرائع ابلاغ بھارتی اور مغربی ذرائع ابلاغ سے مقابلے کے چکر میں اپنی شناخت کو فراموش کر چکے ہیں۔

اشاعتی اور ابلاغی ذرائع ابلاغ دو قومی نظریے کو غلط ثابت کرتے ہوئے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ مگر وہ اس بات کو بھول چکے ہیں کہ اگر یہ نظریہ غلط تھا تو پھر تمام لسانی مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ وطن کی کیا ضرورت تھی۔

پاکستانی ریاست کی خود مختار حیثیت کسی رنگ و نسل کی بنیاد پر نہیں بلکہ اس کا تعلق پاکستانی شناخت سے وابستہ ہے۔ اور یہ نقطہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ یہی شناخت ہماری وحدت کا ذریعہ ہے۔ آج پاکستانیوں کی اکثریت اس شناخت، نظریے اور وحدت سے متعلق دشمن کی شرانگیز ابلاغی مہم کا نشانہ بن رہی ہے جو ان کے خلاف اتفاق رائے پیدا کرنے کیلئے کوشاں ہے۔

قطع نظر اس بات کے کہ وہ اپنا پسندیدہ کھیل یا کردار دیکھ رہے ہیں یا کوئی فلم یا دستاویزی فلم، وہ ہر وقت اپنے عقائد کے خلاف بغاوت کیلئے اکسائے جا رہے ہیں اور ان کی فکری تربیت ایک ایسی نہج پر کی جارہی ہے کہ ان میں کوئی بھی مغربی یا بھارتی ثقافت کے سامنے مزاحم نہ ہو سکے۔ اس ثقافتی یلغار نے ہماری شناخت کو دھندلا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری اخلاقی، ثقافتی اور روایتی اقدار ہماری روز مرہ زندگیوں کا حصہ نہیں ہیں۔ سونیا گاندھی کی جانب سے پاکستان کے خلاف کامیاب ثقافتی یلغار کے سلسلے میں دیا گیا بیان اس جنگ کی تزویراتی زبان میں بہترین عکاسی کرتا ہے۔

اس ابلاغی جنگ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ ٹیلی وژن پر جاری پروگرامز کا متن، کردار اور اہداف تمام کے تمام ایک نہایت سوچے سمجھے منصوبے کا حصہ ہیں جس کا مقصد معاشرے کو نئی حقیقت تسلیم کرنے کیلئے تیار کرنا ہے اور یہ نئی حقیقت پاکستان کی نظریاتی اساس کو خیر باد کہنا ہے۔

امن کی آشا یا امن کا تماشا:

''آج کے جدید دور میں یہ پرانی کہاوت بالکل صحیح ثابت ہوتی ہے کہ جب تک سچ تیاری کرتا ہے جھوٹ آدھی دنیا تک اپنا سفر کر چکا ہوتا ہے۔ ہم تزویراتی سطح کے پیغام رسانی کے نظام کو نافذ کرنے میں جس قدر دیر کریں گے، دشمن اسکا فائدہ اٹھائے گا''۔ (ڈونلڈ رمزفیلڈ، سابق امریکی وزیر دفاع)

رمزفیلڈ کا یہ بیان پاکستان کے موجودہ تناظر میں بالکل صحیح محسوس ہوتا ہے۔ جہاں خلا کو ہمارا دشمن بھارت ہمارے ابلاغی ادارے ''جنگ'' کے ساتھ ملکر پورا کر رہا ہے۔

''امن کی آشا'' پاکستان کی الگ شناخت کو ختم کرنے کا خوفناک بھارتی منصوبہ ہے۔ ہمارے نام نہاد آزاد خیال دانشور قوم کو اس منافقت کے بارے میں آگاہ نہیں کر رہے جس سے امن کی آشا کو شروع کرنے والے عناصر نے کام لیا اور وہ یہ کہ امن کی آشا کا نام اس وقت سامنے آیا جب بھارتی افسر شاہی نے لفظ Love Pakistan پر اعتراض اٹھایا اور Times of India کو اپنی تشویش سے آگاہ کیا۔ اس واقعے سے ہی اس سارے ڈرامے کا پول کھل جاتا ہے۔

اس منصوبے کے باوجود بھارتیوں کی اکثریت پاکستان کو ہی خطے میں سارے فساد کا ذمہ دار سمجھتی ہے

aman ki asha
AN INDO-PAK PEACE PROJECT

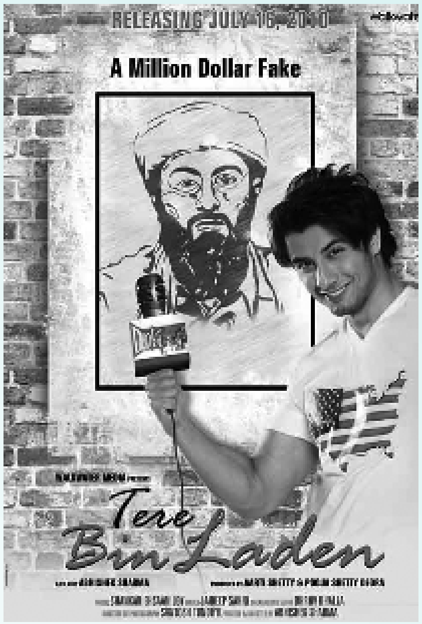

کیونکہ بھارتی ذرائع ابلاغ نے بھارت سے وابستہ اپنے مفادات پر کوئی سودے بازی نہیں کی۔ حال ہی میں ایک بھارتی فلم ''کجرارے'' کے نام سے بنائی گئی۔ جس میں پاکستان کے تشخص کو بری طرح پامال کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس فلم میں سرحد کے دونوں طرف سے اداکاروں نے کام کیا، یہ سوچے بغیر کہ اس کے بعد ازاں کیا اثرات ہونگے۔ اس فلم میں دکھایا گیا ہے کہ طالبان پاکستان میں کھلے عام گھوم رہے ہیں اور پاکستانی پولیس، خفیہ ادارے اور برطانوی اسکاٹ لینڈ یارڈ ان کے تدارک میں ناکام ہو چکے ہیں اور ایک بھارتی اداکار پاکستان آ کر طالبان کے رہنما کا خاتمہ کرتا ہے۔ اسی طرح اس سے پہلے ایک اور فلم ''تیرے بن لادن'' کے نام سے بنائی گئی جس میں پاکستانی فنکار علی ظفر نے کام کیا۔ اس فلم میں اور حساس معاملات کو مضحکہ خیز انداز میں پیش کیا گیا۔ گو کہ دونوں فلمیں مکمل ناکام ثابت ہوئیں مگر اس لحاظ سے یقیناً کامیاب رہیں کہ بھارت دنیا تک ایک پیغام پہنچانے میں کامیاب رہا۔

اشتہارات:

اس جنگ میں جو چیزیں نمایاں طور پر سامنے آئی ہیں وہ سرحد کے دونوں طرف چلنے والے اشتہارات ہیں۔ خاص طور پر اداکاراوں کے تبادلے کے معاہدے کے تحت، جو پاکستان کی ثقافت اور شناخت پر بری طرح اثر انداز ہو رہی ہیں۔

ہمارے ذرائع ابلاغ خصوصاً اشتہارات کے پرکشش شعبے میں بھارتی مکمل طور پر چھائے ہوئے ہیں۔ قریباً تمام تر اشتہارات بھارت میں انہی کی فنکاراوں کی مدد سے بنائے جا رہے ہیں۔ نتیجتاً ہمارے اشتہارات، ٹیلی وژن کے پروگرامز، فلموں اور کیبل ٹی وی کا معیار بھی وہی بن گیا ہے جو بھارتی اور مغربی ذرائع ابلاغ کا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ موجودہ دور میں ہتھیار جنگ نہیں جیت سکتے۔ جو چیز سب سے زیادہ کارگر ثابت ہوگی وہ ذرائع ابلاغ ہیں اور جو کوئی بھی جیتنا چاہتا ہے اسے یہی راستہ اپنانا ہوگا۔ پاکستان کو اس سلسلے میں جلد اپنی حکمت عملی ترتیب دے کر پاکستانی فنکاراوں کے بھارتی فلموں میں کسی بھی ایسی فلم میں کام کرنے پر پابندی لگانی ہوگی جس کی مثال اوپر دی گئی ہے۔

آلات حرب وضرب:

پاکستان کے خلاف جاری ابلاغی جنگ میں اتفاق رائے پیدا کرنے کیلئے مختلف قسم کے آلات اور حربے استعمال کیے جا رہے ہیں اور ان میں سب سے نمایاں ترین کردار رائے عامہ پیدا کرنے والے ماہرین کا ہے جن میں سیاستدان، صحافی، اشاعتی ادارے، مدیران، ماہر تعلیم، اراکین قومی اسمبلی، کاروباری حضرات اور ٹیلی وژن پروگرامز کے میزبان شامل ہیں۔

اہداف ومقاصد:

اس ابلاغی جنگ کے بہت سے اہداف ہیں جن میں سب سے زیادہ اہم نظریاتی تخریب کا معاملہ ہے جس پر ہم بحث کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کچھ اہداف ہیں جن کا تذکرہ ضروری ہے اور وہ ذیل میں دیئے گئے ہیں۔

☆سیاسی نظام

☆نظام تعلیم

☆دفاعی/عسکری شعبہ

سیاسی نظام:

پاکستان ملک میں کیے گئے بہت سے سیاسی تجربوں کا پھل کاٹ چکا ہے۔ ہم جمہوریت، آمریت یا پھر دونوں کے اشتراک عمل کا ناکام تجربہ کر چکے ہیں۔ ہر نظام پاکستان کی جغرافیائی ونظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنے اور معاشرے میں استحکام لانے میں بری طرح ناکام ثابت ہوا ہے۔ اب پاکستانی معاشرے کا شمار ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں برداشت بالکل ختم ہو چکی ہے۔

سال ہا سال کے ناکام تجربات کے باوجود ہمارے ذرائع ابلاغ نہ صرف نام نہاد جمہوریت کی حمایت کر رہے ہیں بلکہ کسی متبادل نظام پر بحث کیلئے تیار ہی نہیں ہیں۔ قرارداد مقاصد پاکستان کے آئین کا حصہ ہے جس کے مطابق مغربی جمہوریت اپنی موجودہ حالت میں پاکستان میں نہیں چل سکتی مگر ذرائع ابلاغ میں موجود ''ماہرین'' اسی جمہوریت کی ترویج کیلئے کمربستہ ہیں اور اسے کوئی آسمانی صحیفہ سمجھتے ہیں۔ ناکام تجربات پر اصرار کرنے کی وجہ سے پاکستان کا سیاسی نظام مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ یہ مصیبت اس وقت تک جاری رہے گی جب تک ذرائع ابلاغ جمہوریت اور اس کے ''فوائد'' کا تحفظ کرتے رہیں گے۔

نظام تعلیم:

ذرائع ابلاغ میں پاکستان کے نظام تعلیم کے متعلق بھی بہت گمراہ کن پراپیگنڈہ کیا جارہا ہے اور تعلیمی کتب کا مواد تبدیل کیا جارہا ہے۔ نظام تعلیم سے انتہا پسندانہ خیالات کے خاتمے کے نام پر تعلیمی مواد کا معیار تباہ کر کے رکھ دیا گیا ہے۔

نصاب تعلیم میں تمام نظریاتی مواد کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ خصوصاً اے لیول اور او لیول کے نصاب میں شامل مطالعہ پاکستان کی کتاب میں ''پاکستان'' کہیں نہیں ہے اور اسلامیات کی کتاب مغربی غیر مسلم مصنف کی تحریر کردہ ہے۔ اسی طرح اخلاقی تعلیم و تربیت کا سکولوں سے خاتمہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ یہ سیاسی طور پر درست نہیں ہے۔ اسلامی تصورات جیسا کہ جہاد وغیرہ کو کتب سے نکال دیا گیا ہے تاکہ مغربی آقاؤں کو خوش کیا جاسکے۔ اس سے نوجوان ذہنوں میں الجھن وتشکیک پیدا ہو رہی ہے کیونکہ وہ اداروں کی بجائے ذرائع ابلاغ سے جہاد کے متعلق سیکھ رہے ہیں۔ جہاد سے متعلق ان اذہان میں مختلف نظریات پیش کیے جا رہے ہیں جس سے یہ تصور دہشت گردی کے ساتھ گڈمڈ ہو گیا ہے۔

دفاعی اور عسکری اداروں کو نشانہ بنانا:

اس ابلاغی جنگ کا خوفناک ترین پہلو پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کے خلاف کیے جانے والا پراپیگنڈہ ہے۔ ایک خاص مقصد کے تحت دفاعی اخراجات پر تنقید کی جارہی ہے اور جیسے ہی ہم اپنے دفاع کیلئے کسی نظام کو خریدنے کی بات کرتے ہیں، ذرائع ابلاغ میں اس کے خلاف مہم کا آغاز ہو جاتا ہے۔ عوام کو غلط طور پر یہ باور کروایا جاتا ہے کہ چونکہ بھارت کوئی خطرہ نہیں ہے لہذا پاکستان کو اپنے دفاع پر اتنا خرچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دفاعی اخراجات پر شور مچایا جاتا ہے مگر ذرائع ابلاغ دیگر غیر ترقیاتی اخراجات پر چپ سادھے بیٹھے ہوئے ہیں۔

ذرائع ابلاغ پر ہمیشہ دفاعی اخراجات میں کمی کی بات ہوتی ہے اور یہ بھی تاثر پختہ کیا جارہا ہے کہ پاکستان کو جوہری صلاحیت سے بھی دستبردار ہو جانا چاہیے۔ یہ

پنڈت ہمیشہ پاکستان کے خلاف جاری بھارتی فوجی تیاریوں سے صرف نظر کرتے ہیں۔

فوج کو بحیثیت ایک ادارے کے بدنام کرنا اور اسکے تشخص کو اس قدر کمزور کرنا کہ لوگ اس سے متنفر ہوجائیں، موجودہ ابلاغی جنگ کا ایک اور اہم ہدف ہے۔ سوات اور باجوڑ میں انسداد دہشت گردی کی کارروائیوں کے دوران انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا سارا شوروغوغا بھی پاک فوج کو حالت جنگ میں بدنام کرنے کا حصہ ہے۔ گزشتہ نو سالوں سے فوج حالت جنگ میں ہونے کے باوجود ذرائع ابلاغ کا نشانہ بن رہی ہے۔

دوسرے ممالک میں اگر فوج حالت جنگ میں ہوتو سیاستدان، ذرائع ابلاغ، دانشور اور رائے عامہ کے ماہرین اس کے خلاف زہر نہیں اگلتے، بلکہ اپنے فوجیوں کو حوصلہ دینے کی خاطر اپنی تنقید موقوف کردیتے ہیں۔ مگر پاکستان میں اپنے ہی لوگ فوج کو حالت جنگ میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے بدنام کرنے کی مہم جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ کے دوہرے معیار کو جانچنے کیلئے لال مسجد، سوات اور باجوڑ میں ہونیوالی کارروائیاں ہی کافی ہیں۔ جب فوج لال مسجد کے معاملے پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کررہی تھی تو یہی ذرائع ابلاغ چیخ رہے تھے کہ فوج خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے اور اسلام آباد انتہاپسندوں کے ہاتھوں میں جانیوالا ہے۔ مگر جب آخری چارے کے طور پر فوج نے کارروائی کردی تو یہی ذرائع ابلاغ جو اس کا تقاضا کررہے تھے انہوں نے اس کارروائی کے تناظر میں فوج کو تنقید وتضحیک کا نشانہ بنانا شروع کردیا۔

اس قسم کے رویے سے ذرائع ابلاغ نے اس کارروائی کے اخلاقی جواز کو بنیاد بنا کر لوگوں میں شکوک و شبہات کو جنم دیا اور دشمن کے پراپیگنڈے کو مضبوط کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ پر بیٹھے یہی بھارت اور مغرب نواز لوگ کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، جب یہ موجودہ حالات کا ۱۹۷۱ء کے مشرقی پاکستان کے حالات سے موازنہ کرتے ہیں اور ایسا کرتے ہوئے زمینی حقائق سے صرف نظر کرتے ہیں۔

پاکستان کو انتہاپسند عناصر کے مسئلے کا یقیناً سامنا ہے مگر اس ملک میں مدارس اور جوہری ہتھیاروں کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ تاثر دے رہے ہیں کہ پاکستانی معاشرے کی اکثریت انتہاپسند ہے اور پاکستانی جوہری ہتھیار کسی دکان پر رکھے ہوئے ہیں جہاں سے وہ چوری ہوجائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک فیصد سے بھی کم پاکستانی مدارس میں زیرتعلیم ہیں۔

Joseph A Engelbrecht اپنی کتاب War Terminaton: Why Does State Decide to Fight? میں رقم طراز ہیں ''عوامی گروہ یا ریاستی شہری قائدین کے فیصلوں پر اثرانداز ہوسکتے ہیں مگر دراصل قائدین کے جارحانہ عزائم وہ عناصر ہیں جنکا خاتمہ ضروری ہے۔ اگر اقتدار ان قائدین سے کسی اور کو منتقل ہوجائے تو ان نئے قائدین کے جارحانہ عزائم کا خاتمہ ضروری ہے۔ ابلاغی جنگ مخالف قائدین کو اقتدار سے الگ کرنے میں کردار ادا کرسکتی ہے''۔

اسی طرح Arquilla اور Ronfeldt نے لکھا:

''بہت سے ہتھیار، کم یا زیادہ خطرناک، صرف بیرونی دشمن کے خلاف ہی زیادہ کارآمد ہوتے ہیں۔ یہ ہتھیار اکثر اوقات بیرونی دشمن کے خلاف آزمائے جاتے ہیں مگر ابلاغی جنگ کے ہتھیار اندرونی سطح پر بھی اتنے ہی کارگر ثابت ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر کوئی بھی گروہ اور ریاست اپنے ہی لوگوں کے خلاف ہتھیار استعمال نہیں کرے گی مگر ابلاغی ہتھیار استعمال ہوسکتے ہیں، ہورہے ہیں اور ممکنہ طور پر مستقبل میں بھی ہوتے رہیں گے۔ مثال کے طور پر Third Reich میں ابلاغی جنگ ہمہ جہتی تھی''۔

ابلاغی جنگ ایسی کارروائی ہے جسکا ہدف دشمن کا عقیدہ اور علم ہے۔ یہ دشمن قائد سے اختلاف کرنے والا کوئی بھی ہوسکتا ہے۔ بیرونی طور پر عموماً یہ دشمن کوئی اپنا نہیں ہوتا۔ اندرونی طور پر، دشمن کوئی بھی غدار یا ہمسفر ہوسکتا ہے کوئی بھی ایسا فرد جو اپنے قائد کے ساتھ مکمل اتفاق رائے نہیں رکھتا۔ اگر اندرونی طور پر لوگ ابلاغی جنگ میں قائد کے ساتھ ہوں تو ان کو اسی جنگ کے ذریعے اپنے مقاصد کیلئے مزید کارآمد بنایا جاسکتا ہے''۔

سفارشات:

۱۔ سب سے پہلے اس بات کو تسلیم کرنا ہوگا کہ ملک حالت جنگ میں ہے جب کہ حکومت مسئلے کا حصہ ہے نہ کہ اسکا حل۔ جہاں تک ملکی سلامتی، انسداد دہشت گردی اور ابلاغی جنگ کا تعلق ہے تو فوج کو معاملات اپنے ہاتھ میں لے لینے چاہیں۔ شہری عدالتیں اور ذرائع ابلاغ کے ادارے اس کثیر الجہتی جنگ کے تدارک میں ناکام ہو چکے ہیں۔

۲۔ ابلاغی حکمت عملی اور نفسیاتی حربوں کو ملکی دفاع کے ذمہ داران کی طرف سے تزویراتی ہتھیاروں کا درجہ ملنا چاہیے۔ یہ نہایت اہم ہے کہ اب فوج کے اندر ابلاغی جنگی کمان قائم کی جائے تا کہ اس جنگ میں دشمن کا بھرپور مقابلہ کیا جا سکے۔ آئی ایس پی آر اور وزارت اطلاعات اس ضمن میں بری طرح ناکام ثابت ہوئے ہیں اور یہ ادارے غلط طور پر تحفظ کا احساس دینے کی کوشش کرتے ہیں جو کہ موجودہ حالت جنگ میں زیادہ تباہ کن ہے۔ ایک پیشہ وارانہ اور محب وطن کمان درپیش خطرات کے بروقت ادراک اور تدارک کو یقینی بنائے۔

۳۔ اسی طرح کی کمان قائم کرنے میں سب سے مثبت اور اہم پہلو یہ ہے کہ اس کیلئے کسی خطیر سرمائے کی ضرورت نہیں ہے۔ چند محبّ وطن اور دور اندیش ماہرین ہی دشمن کے ابلاغی حربوں کو سمجھنے اور اس کا ردعمل تیار کرنے کیلئے سفارشات مرتب کر سکتے ہیں اور ان سفارشات پر عملدرآمد کا تجزیہ بھی کر سکتے ہیں۔ صرف ایک کمان اپنے مستقر سے یہ جنگ لڑ سکتی ہے اگر اس کے پاس صحیح اختیار، طاقت اور جذبہ موجود ہو۔

۴۔ ذرائع ابلاغ میں موجودہ باغی عناصر کو دہشت گردوں، غداروں اور خودکش حملہ آوروں کے ساتھ کھڑا کیا جانا چاہیے۔ جس طرح پورے ملک سے دہشت گردوں کا صفایا کیا جا رہا ہے، اسی طرح ان عناصر اور ابلاغی جنگ میں دشمن کے اثاثوں کو تباہ کرنا بھی ضروری ہے۔

۵۔ پاکستان کو موجودہ سلامتی کی صورتحال کے تناظر میں ایک ابلاغی حکمت عملی کی ضرورت ہے جسے سختی سے نافذ کیا جانا چاہیے۔ صحافتی آزادی جیسے فضول خیالات کا خاتمہ ہونا چاہیے اور نظریاتی طور پر ذرائع ابلاغ کی ایک خاص سمت متعین ہونی چاہیے۔ جس کے ذریعے اس جنگ میں فوج کا ساتھ دیا جا سکے۔

۶۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ، اخبارات اور اشتہارات میں بھارتی مواد کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ بھارتیوں کے ابلاغی ہتھیاروں نے بھارت کی حمایت یافتہ بغاوتوں سے زیادہ نقصان پاکستان کو پہنچایا ہے۔ اگر ہم نے اس جنگ میں نظریاتی تخریب اور اپنی صفوں میں موجود دشمنوں کو نہ روکا تو قوم کو اس کا کفارہ اپنی آزادی کو کھونے کی صورت میں بھی ادا کرنا پڑ سکتا ہے۔

۷۔ پاکستان مخالف اداروں جیسا کہ سیفما (جو کہ پاکستان کے نظریات اور فوج کے خلاف زہر اگلتی ہے اور بھارت کے ساتھ سرحدوں کے خاتمے کا پرچار کرتی ہے) اور پاکستان مخالف منصوبوں جیسا کہ امن کی آشا پر مکمل پابندی ہونی چاہیے۔

۸۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ سے بھارتیوں کا مکمل خاتمہ ہونا چاہیے۔ اخبار اور ٹیلی وژن چینل کے دوہرے اجازت نامے منسوخ ہونے چاہئیں۔ حالت جنگ میں ذرائع ابلاغ کیلئے الگ سے قوانین وضع ہونے چاہئیں۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ میں بیرونی مداخلت اور سرمایہ کاری ایک حساس معاملہ ہے اور موجودہ قوانین اس کی بیخ کنی میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔

۹۔ پاکستان، اس کی اسلامی شناخت اور تشخص، بانیان پاکستان کی تکریم اور دو قومی نظریے کا ہر صورت میں تحفظ کیا جانا چاہیے اور ان پر تنقید اور انکی تضحیک قابل گرفت جرم قرار دی جائے۔ دنیا کے بہت سے ممالک میں دوسری جنگ عظیم کے دوران یہودیوں کے قتل عام کے بارے میں شک کرنا بھی جرم ہے۔ پاکستان کے نظریاتی دفاع کیلئے اسی کو مثال بنایا جا سکتا ہے۔

۱۰۔ اقبالؒ اس قوم کیلئے مشعل راہ ہیں۔ ان کے پیغام کو بھرپور طریقے سے پھیلایا جانا چاہیے۔

۱۱۔ اردو زبان کا احیاء اور تحفظ بھی لازمی بنایا جائے۔ قومی زبان کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ تمام ایسے مکاتب جہاں اردو کو تکریم نہیں دی جاتی انہیں بھاری جرمانے ہونے چاہئیں اور ان کو بند کیا جائے۔ اشتہارات اور خط و کتابت میں رومن اردو کا استعمال جرم قرار دیا جائے۔

اختتام:

پاکستان اس وقت حالت جنگ میں ہے اور ہر لحاظ سے اسے ابلاغی جنگ کا سامنا ہے۔ پاکستانی ذرائع ابلاغ میں مغربی اور بھارتی سرمایہ کاری نے پاکستان کی نظریاتی بنیادیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔ ناکام حکومت نے قومی سلامتی کا یہ محاذ لڑے بغیر دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ پوری قوم اب اس کی قیمت چکا رہی ہے۔

افواج پاکستان نے بھی اس حساس معاملے سے صرف نظر کر رکھا ہے۔ میدان جنگ کی کارروائیوں کو اگر ابلاغی محاذ پر اجاگر نہ کیا گیا تو تمام قربانیاں رائیگاں جائینگی۔

یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حکومت اس معاملے پر سمجھوتہ کر چکی ہے اور یہ جنگ نہیں لڑے گی۔ اگر اب بھی افواج نے معاملات اپنے ہاتھ میں نہ لیے تو پاکستان اپنے تحفظ کی جنگ خدانخواستہ ہار بھی سکتا ہے۔ جو انشاء اللہ کبھی نہیں ہوگا۔

پاکستان زندہ باد!